جامع ترمذی کا منہج، شروط اور اصطلاحات کی ندرت-تعارفی مطالعہ

عبداللہ*

The knowledge of Hadith has a great importance in Islamic History. Different contributors of Hadith made a scholarly approach in the collection and investigation of Hadith to prove its authenticity and validity. Imam Muhammad bin Eisa Tirmidhi has a unique position in the list of Hatiths scholars. The narrative inquiry approach is adopted by the researcher in this article. The current article is an effort to show the academic, research-oriented and unique approach of Imam Tirmidhi's methodology. It indicates the distinguish aspects of Jami Tirmidhi the well-known source of Hadith in basic Islamic references. It shows a brief and comprehensive introduction of this book which contains the research methodology, weightage of narrators, usage of unique terminology adopted by Imam Tirmidhi, mode of Hadith collection and uniformity with other authentic Hadiths scholars. It specifies the conditions for acceptance of Hadith, analysis of the Hadiths content, decision about the authenticity of Hadith and diverse explanation adopted by different scholars regarding the understandings of Islamic teachings.

امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ کی مشہور زمانہ کتاب جامع ترمذی اپنی اہمیت اور مقام و مرتبہ کے اعتبار سے اپنے موضوع پر ایک نہایت عمدہ اور مستند کتاب ہے۔ علم حدیث میں اس کتاب کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ احادیث نبوی کی چھ مستند کتب میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اور یہ کتاب مختلف مذاہب و مسالک کے فقہاء میں بھی یکساں مقبول ہے۔ یہ کتاب اپنی افادیت کے اعتبار سے اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ بعض علماء نے اس کتاب کو نفع کے اعتبار سے بخاری و مسلم پر بھی فوقیت دی ہے۔ اس کتاب کی خصوصیات اور خوبیوں کا شمار کرنا مشکل ہے کیونکہ یہ کتاب اپنی خصوصیات کے پیش نظر پر ہر دور کے فقہاء و محدثین کی خصوصی توجہ کا مرکز رہی ہے بلکہ علماء نے اس کتاب کو حل کرنے اور اسے مزید آسان اور عام فہم بنانے کیلئے اس کی شروح، حواشی، تراجم، مختصرات اور مستخرجات بھی لکھے ہیں۔ الغرض مقام و مرتبہ کے لحاظ یہ کتاب عظیم درجہ پر فائز ہے۔ جامع ترمذی کی اہمیت اور مقام و مرتبہ کے پیش نظر اس کتاب کا منہج، ترتیب و تدوین، شروط اور اصطلاحات کا تعارفی مطالعہ پیش خدمت ہے تا کہ زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کا شوق پیدا ہو۔

* لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، لاہور کینٹ، لاہور۔

کتاب کا نام:

امام ترمذیؒ کی اس کتاب کا نام "الجامع للترمذی" یا "جامع الترمذی" ہے۔اور یہ کتاب "الجامع" کے ساتھ ساتھ "السنن" کے نام سے بھی مشہور ہے۔اس طرح اس کتاب کا نام "السنن للترمذی" یا "سنن الترمذی" بھی ہے لیکن "الجامع" زیادہ صحیح اور مشہور ہے اور مشہور حفاظ حدیث مثلاً:السمعانی، المزی، الذھبی اور العسقلانی وغیرہ نے بھی "الجامع" ہی ذکر کیا ہے۔جبکہ منصور الخالدی نے امام ترمذیؒ کی کتاب کا نام "المسند الصحیح" ذکر کیا ہے۔ابن الاثیر نے کتاب کا نام "ا لصحیح" یعنی "الصحیح للترمذی" بیان کیا ہے۔اور حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں کتاب کا نام "الجامع الصحیح" بتایا ہے۔جبکہ علامہ احمد شاکر کی تحقیق سے جو امام ترمذیؒ کی کتاب، دار المعرفۃ، بیروت، لبنان سے، 1995ء میں طبع ہوئی ہے، اس پر بھی کتاب کا نام "الجامع الصحیح سنن الترمذی" لکھا ہوا ہے۔یعنی انھوں نے تین نام (الجامع، الصحیح، السنن) اکٹھے کر دیے ہیں۔

بعض علماء نے آپ کی کتاب کا نام، کتاب کی خصوصیات اور اس کے مواد کو مد نظر رکھتے ہوئے بہت طویل بتایا ہے۔چنانچہ ابن خیر الاشبیلی نے "الفہرست" میں کتاب کا جو نام لکھا ہے وہ یہ ہے:

"الجامع المختصر من سنن عن رسول الله ﷺ و معرفة الصحيح والمعلول وما عليه العمل"۔(۱)

اور شیخ ابو غدہ نے بھی اپنی کتاب "تحقیق اسمی الصحیحین واسم جامع الترمذی" میں جامع ترمذی کے نام کی تحقیق میں امام ترمذیؒ کی کتاب کا یہی نام راجح قرار دیا ہے۔(۲) بہر حال ان تمام اسماء کا مدلول امام ترمذیؒ کی کتاب جامع ترمذی یا سنن ترمذی ہی ہے اس کے علاوہ کوئی اور کتاب نہیں۔

امام ترمذیؒ کی طرف کتاب کی نسبت:

کتاب "جامع ترمذی" کی نسبت امام ترمذیؒ کی طرف بغیر کسی شک وشبہ سے ثابت ہے اور علماء اسلام میں سے کسی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس کتاب کو حدیث کی مشہور چھ کتابوں یعنی "الکتب الستة" یا "الصحاح الستة" میں شمار کیا جاتا ہے۔امام ترمذیؒ کی طرف کتاب کی نسبت تواتر سے ثابت ہے حتی کہ علماء کرام نے کتاب کی نسبت کو امام ترمذیؒ کی طرف برقرار اور محفوظ رکھنے کیلئے، ثبوت کے طور پر اپنے اپنے سماع والی اپنی اپنی اسناد کا بھی ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ انھوں نے اس کتاب کا سماع اور اجازت کن کن

علماء سے حاصل کی۔

سببِ تالیف:

جامع ترمذی کے سبب تالیف کے بارے میں کوئی واضح اور ٹھوس بات تو نہیں ملتی تاہم کتاب "العلل" میں مذکور امام ترمذیؒ کے ایک قول سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کوئی ایسی جامع کتاب تالیف کرنا چاہتے تھے کہ جس میں وہ احادیث و آثار کے وہ دلائل جمع کریں جن پر فقہاء امصار کا عمل ہو اور اس میں ان احادیث کی صحت وضعف اور علل کو بھی ذکر کیا جائے۔ ان مقاصد کیلئے آپ نے یہ کتاب "الجامع" تالیف کی۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

''وانما حملنا علی ما بینا فی ھذا الکتاب (الجامع) من علل الحدیث ما رجونا فیہ من منفعۃ الناس''۔(۳)

'' ہم نے اس کتاب میں جو فقہاء کے اقوال اور احادیث کی علل کا ذکر کیا ہے یہ اس لیے کہ ہم سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا لیکن ہم نے ایک زمانہ سے اس کا جواب نہ دیا پھر اب ہم نے یہ کام کر دیا ہے یہ امید کرتے ہوئے کہ اس میں لوگوں کیلئے نفع ہے''۔

ایک اور جگہ امام ترمذیؒ لکھتے ہیں:

''جمیع ما فی ھذا الکتاب من الحدیث فھو معمول بہ وقد اخذ بہ بعض اھل العلم ما خلا حدیثین''۔(۴)

''اس کتاب میں موجود تمام احادیث معمول بہا ہیں اور اہم علم نے ان تمام احادیث سے سوائے دو احادیث کے حجت لی ہے''۔

جامع ترمذی کے رُواۃ:

امام ترمذیؒ نے اپنی زندگی میں ہی جامع ترمذی کی تعلیم وتدریس شروع کر دی تھی۔ آپ کے کئی تلامذہ نے آپ سے جامع ترمذی کا سماع کیا اور اس کو روایت کرنے کی اجازت حاصل کی۔ آپ کے تلامذہ میں چند نامور تلامذہ وہ ہیں جن کو مکمل جامع ترمذی روایت کرنے کا شرف حاصل ہے۔ عبدالرحمٰن مبارکپوری

نے "مقدمہ تحفہ الاحوذی" میں حافظ ابو جعفر بن الزبیر کے حوالے سے جامع ترمذی کے چھ رواۃ کا ذکر کیا ہے۔ان کے نام یہ ہیں:

۱. ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب المروزی ۲. ابو سعد الھیثم بن کلیب الشاشی ۳. ابو ذرمحمد بن ابراھیم

۴. ابو محمد الحسن بن ابراھیم القطان ۵. ابو حامد احمد بن عبداللہ التاجر ۶. ابوالحسن الفزاری. (۵)

کتاب ترمذی پر جامع، سنن اور صحیح کا اطلاق:

اس کتاب میں امام ترمذیؒ نے احادیث رسول ﷺ کو جمع کیا ہے اور احادیث کی جمع وتدوین میں آپ نے جو عمدہ طریقہ اختیار کیا ہے وہ آپ سے پہلے کسی اور نے اختیار نہیں کیا یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک عمدہ اور مثالی کتاب ہے۔امام ترمذیؒ نے اس کتاب میں امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد، تینوں کے طریقہ تدوین حدیث کو جمع کیا ہے۔امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں آٹھ قسم کے مضامین (عقائد، تفسیر احکام، آداب، سیر، مناقب، فتن، اشراط) ذکر کر کے اس کتاب کو جامع بنادیا ہے۔اور دوسری طرف صرف ان احادیث کو فقہی ترتیب ابواب میں جمع کیا ہے جن پر فقہاء کا عمل ہے اور اس بات کا بھی خیال رکھا کہ وہ احادیث صحیح ہونی چاہئیں لیکن صحت کی شرط کا التزام ضروری نہیں تھا البتہ فقہاء امصار کے عمل والی احادیث کا بیان ضروری تھا۔لہذا مذکورہ خصوصیات یعنی آٹھ مضامین کی احادیث جمع کرنے کی وجہ سے "الجامع" اور احادیث احکام کو فقہی ترتیب میں جمع کرنے سے "السنن" اور علی الاغلب صحیح روایات جمع کرنے سے اس کتاب پر "الصحیح" کا اطلاق کیا گیا ہے۔جبکہ "علامہ ناصر الدین الالبانی نے "ضعیف سنن الترمذی" کے مقدمہ میں جامع ترمذی پر "الصحیح" کے اطلاق کو غلط قرار دیا ہے"۔(۶)

اور اسی طرح حافظ ابن کثیر نے بھی "اختصار فی علوم الحدیث" میں امام حاکم نیشاپوری اور امام خطیب البغدادی کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ وہ اس کا نام "الجامع الصحیح" رکھتے ہیں۔پھر اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وهذا تساهل منهما ، فان فيه احاديث كثيرة منكرة"۔(۷)

"یہ ان دونوں کی طرف سے تساہل ہے کیونکہ اس میں بہت سی احادیث منکر ہیں"۔

مذکورہ بالا تمام روایات پر تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ صحیح اور مشہور بات کتاب کے نام

میں "الجامع" یا "السنن" ہی ہے۔مزید اس کتاب کے ساتھ جو نام جوڑ دیئے گئے ہیں وہ کئی وجوہ سے درست معلوم نہیں ہوتے۔مثلاً:

۱۔ **الصحیح:** اس کتاب کو اس لیے نہیں کہا جاسکتا کہ اس میں ضعیف روایات بھی کثرت سے موجود ہیں بلکہ بعض موضوع بھی ہیں حتی کہ بعض احادیث کے ضعیف اور معلول ہونے کی طرف تو خود امام ترمذی نے بھی اشارہ کیا ہے۔

۲۔ **المسند:** اس کتاب کو اس لیے نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یہ مسانید کے طرز پر نہیں ہے بلکہ اس کی ترتیب مسند کی ترتیب کی بجائے فقہی ابواب پر مشتمل ترتیب ہے۔

۳۔اس کتاب کے مذکورہ بالا تمام ناموں میں سے کوئی ایک بھی نام امام ترمذیؒ کا خود کا تجویز کردہ نہیں ہے۔لہذا مذکورہ ناموں پر غور کیا جائے اور کتاب کے مواد کو بھی دیکھا جائے تو زیادہ صحیح،مشہور اور متفق علیہ نام"الجامع" یا "السنن" ہی معلوم ہوتا ہے۔واللہ اعلم

جامع ترمذی میں ثلاثیات:

ثلاثی روایت سے مراد وہ روایت ہے جس میں روایت کنندہ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہوں۔کتب ستہ میں ثلاثیات روایت کرنے کا شرف امام بخاری،امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کو حاصل ہے۔جبکہ امام مسلم،امام ابوداؤد اور امام نسائی نے کوئی ثلاثی حدیث روایت نہیں کی ہے۔صحیح بخاری میں ثلاثیات کی تعداد (22) اور سنن ابن ماجہ میں ثلاثیات کی تعداد (15) ہے جبکہ امام ترمذی نے صرف ایک روایت ثلاثی بیان کی ہے۔اور وہ یہ ہے:

> **2260 : " حدثنا اسماعيل بن موسى الفزارى ابن بنت السدى الكوفى حدثنا عمر بن شاكر عن انس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ياتى على الناس زمان الصابر فيهم على دينه كالقابض على الجمر". (۸)**
>
> "حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ ان میں سے اپنے دین پر صبر کرنے والا ایسے ہوگا جیسے کہ انگارے پر قبضہ کرنے والا"۔

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

" وفی اسنادہ ثلاثی واحد کما سبق ولیس لمسلم وابی داود ثلاثی ". (۹)

''اور ترمذی کی اسناد میں ایک ثلاثی روایت ہے جبکہ مسلم اور ابوداؤد کی اسناد میں کوئی ثلاثی نہیں ہے''۔

محتویات کتاب:

جامع ترمذی، اکاون (51) عنوان کتب/ابواب پر مشتمل ہے۔ جبکہ المعجم المفہرس کے شمار کے مطابق جامع ترمذی میں سینتالیس (47) عنوان کتب/ابواب ہیں۔ اور تحفۃ الاشراف کے شمار کے مطابق اس میں تینتالیس (43) عنوان کتب/ابواب ہیں۔ اور ایک اور شمار میں اس میں چھیالیس (46) عنوان کتب/ابواب ہیں۔ الاسعردی نے ابوالفضل محمد بن محمود الشلبی کے نسخے کے مطابق اکاون (51) کتب/ابواب کا ہی ذکر کیا ہے۔ ان کتب/ابواب میں ہر ایک کتاب کے تحت متعدد ذیلی ابواب ہیں جن کے تراجم میں کتاب سے متعلقہ احکام ومسائل کو بیان کیا گیا ہے اور ان ذیلی ابواب کے ذیل میں ان کے عنوانات سے متعلقہ احادیث روایت کی گئی ہیں۔

جامع ترمذی کی کل مرویات احادیث کی تعداد

جامع ترمذی کی کل مرویات احادیث کی تعداد مختلف نسخوں میں مختلف ہے۔ احمد محمد شاکر، محمد فواد عبدالباقی اور ابراہیم عطوۃ کے تحقیقی نسخے میں جامع ترمذی کی روایات کی کل تعداد 3956 ہے۔ اس شمار میں'' العلل '' کی مرویات شامل نہیں ہیں۔ جبکہ بعض دیگر نسخوں میں کل احادیث کی تعداد 4337 اور کتاب العلل کی مرویات شامل کر کے 4415 ذکر کی گئی ہے۔ نیز امام ترمذی نے جامع ترمذی میں کچھ ابواب اور احادیث کو تکرار کے ساتھ بھی بیان کیا ہے۔ مکرر ابواب کی تعداد دس (10) ہے۔ جبکہ مکرر احادیث کی تعداد (83) ہے۔

مرویات جامع ترمذی کی حیثیت:

جامع ترمذی کی اکثر مرویات صحیح یا حسن ہیں۔ تاہم کچھ مرویات ایسی بھی ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔ خود امام ترمذیؒ نے بھی بعض احادیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حافظ الذہبیؒ " تاریخ الاسلام ووفیات المشاهیر والاعلام " میں رقمطراز ہیں:

" وفی کتابہ ما صح اسنادہ، وما صلح، وما ضعف ولم یترك، وما وهی وسقط، وهو قلیل یوجد فی المناقب وغیرها "۔(۱۰)

''امام ترمذی کی کتاب میں بعض وہ احادیث ہیں جن کی اسناد صحیح اور صالح ہے اور بعض

وہ ہیں جو ضعیف ہیں جبکہ بعض بہت کمزور اور واہی ہیں لیکن وہ بہت کم ہیں اور مناقب وغیرہ میں پائی جاتی ہیں"۔

ایک اور جگہ " سیر اعلام النبلاء " میں لکھتے ہیں:

" قلت : فی "الجامع" علم نافع، وفوائد غزیرة، ورؤوس المسائل، وهو احد اصول الاسلام، لو لا ما کدره باحادیث واهیة، بعضها موضوع، وکثیر منها فی الفضائل "۔(۱۱)

"میں کہتا ہوں کہ "الجامع" میں نفع بخش علم، فوائد کثیرہ اور اہم مسائل کا بیان ہے اور وہ اصول اسلام میں سے ایک ہے اگر اس کو بعض کمزور احادیث نے گدلا (میلا) نہ کیا ہوتا جن میں سے بعض موضوع بھی ہیں اور ان میں سے اکثر فضائل میں پائی جاتی ہیں"۔

علامہ محمد ناصر الدین الالبانی نے 18 احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ جبکہ علامہ عبدالرحمن بن الجوزی نے 23 احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ لیکن ابن جوزی احادیث پر وضع کا حکم لگانے میں متساہل ہیں ۔اس لیے ان کی بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ امام سیوطی نے "القول الحسن فی الذب عن السنن" میں جامع ترمذی کی ان 23 مرویات کو صحیح قرار دیا ہے، جن کو ابن جوزی نے موضوع کہا ہے۔

شارحین جامع ترمذی میں سے عبدالرحمن مبارکپوری نے "مقدمہ تحفۃ الاحوذی" میں لکھا ہے کہ جامع ترمذی میں بعض ضعیف احادیث تو موجود ہیں لیکن اس میں موضوع حدیث کوئی ایک بھی نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"الاحادیث الضعاف موجودة فی جامع الترمذی وقدبین الترمذی نفسه ضعفها وابان عللها واما وجود الموضوع فیه فکلا ثم کلا". (۱۲)

"میں کہتا ہوں کہ جامع ترمذی میں ضعیف احادیث تو موجود ہیں اور خود امام ترمذی ان کے ضعف کو بیان کیا ہے اور ان کی علت کو بھی واضح کیا ہے لیکن جامع ترمذی میں موضوع حدیث کا بالکل قطعاً کوئی وجود نہیں ہے"۔

جامع ترمذی علماء کی نظر میں:

شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد الانصاری الھروی کہتے ہیں:

"کتاب ابی عیسی الترمذی عندی افید من کتابی البخاری ومسلم ،قلت لم قال لأن کتاب البخاری ومسلم لا یصل الی الفائدۃ منھما الا من یکون من اھل المعرفۃ التامۃ ، وھذا کتاب قد شرح احادیثہ وبینھا فیصل الی فائدتہ کل احد من الناس من الفقھاء والمحدثین وغیرھما". (۱۳)

''ابوعیسی ترمذی کی کتاب ہمارے نزدیک بخاری ومسلم کی کتابوں سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ پوچھا گیا کیوں؟ آپ نے کہا: اس لیے کہ ان دونوں کی کتابوں سے معرفت تامہ رکھنے والے لوگ ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جبکہ اس کتاب کی احادیث کی وضاحت و تشریح کر دی گئی ہے کہ اس سے فقہاء ومحدثین کے علاوہ بھی ہر شخص فائدہ حاصل کر سکتا ہے''۔

ابن الاثیر رقمطراز ہیں:

"وھذا کتابہ الصحیح احسن الکتب واکثرھا فائدۃ واحسنھا ترتیبا و اقلھا تکرارا وفیہ ما لیس فی غیرہ من ذکر المذاھب ووجوہ الاستدلال وتبیین انواع الحدیث من الصحیح والحسن والغریب و فیہ جرح وتعدیل وفی آخرہ کتاب العلل قد جمع فیہ فوائد حسنۃ لا یخفی قدرھا علی من وقف علیھا". (۱۴)

'' امام ترمذی کی یہ صحیح کتاب ایک بہترین، عمدہ، زیادہ فائدہ دینے والی، عمدہ ترتیب والی اور قلیل تکرار والی کتاب ہے۔ اس کتاب میں بعض ایسی چیزوں کا ذکر ہے جو دوسری کتابوں میں نہیں۔ یعنی اس میں مذاہب کا ذکر ہے، وجوہ استدلال کا بیان ہے، احوال حدیث کی وضاحت ہے، صحیح، سقیم، غریب کی وضاحت ہے اور اس میں جرح و تعدیل بھی ہے۔ اور اس کے آخر میں کتاب العلل ہے، جس میں آپ نے ایسے عمدہ فوائد کو جمع کیا ہے جن کی قدر و منزلت ان کو جاننے والے سے مخفی نہیں رہتی''۔

حافظ ابوعبداللہ محمد بن عمر بن رشید کہتے ہیں:

"والاجری علی واضح الطریق ان یقال :انہ تضمن الحدیث

مصنفا علی الابواب وھو علم براسه والفقه علم ثان"۔(۱۵)

''اور زیادہ لائق یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ کتاب ابواب پر تصنیف ہوتے میں حدیث کی خاص ہے اور حقیقی علم وہی ہے جبکہ فقہ علم ثانی ہے''۔

ابوبکر ابن العربی ''عارضة الاحوذی'' میں رقمطراز ہیں:

"ولیس فیھم مثل کتاب ابی عیسی حلاوۃ مقطع ونفاسة منزع وعلوبة مشرع وفیه اربعة عشر علما" (۱۶)

''جامع ترمذی کی مثل کوئی کتاب نہیں جس میں مقطع کی مٹھاس، منزع کی نفاست اور مشرع کی شیرینی موجود ہو۔ اس کتاب میں چودہ (14) علوم پائے جاتے ہیں''۔

شیخ ابراہیم الباجوری نے "المواھب اللدنیه" میں لکھا ہے۔

''وناھیك بجامعه الصحیح الجامع للفوائد الحدیثیة والفقھیة والمذاھب السلفیة والخلفیة فھو کاف للمجتھد مغن للمقلد". (۱۷)

''امام ترمذیؒ کی یہ کتاب "الجامع الصحیح" حدیث وفقہ کے فوائد کو جمع کرنے والی ہے اور اس میں مذاہب سلف اور خلف کا بھی بیان ہے۔ پس وہ کتاب مجتہد کیلئے کافی ہے اور مقلد کیلئے بے نیاز کر دینے والی ہے''۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی " حجة الله البالغة " میں امام ترمذیؒ کے خوبصورت منہج کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے:

''ولذلك یقال :انه کاف للمجتھد ، مغن للمقلد "۔ (۱۸)

''اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب مجتہد کیلئے کافی اور مقلد کیلئے بے نیاز کر دینے والی ہے''۔

شاہ عبدالعزیز "بستان المحدثین" میں رقمطراز ہیں:

''تصانیف الترمذی فی ھذالفن کثیرۃ واحسنھا ھذاالجامع بل ھو احسن من جمیع کتب الحدیث من وجوہ الاول من جھة حسن الترتیب وعدم التکرار"۔ (۱۹)

''جامع ترمذی ان کی کتابوں میں سے سب سے بہتر تصنیف ہے بلکہ کئی وجوہ سے وہ تمام کتب حدیث سے بہتر ہے''۔

حافظ ذہبی "تاریخ الاسلام" میں لکھتے ہیں:

"وكتابه الجامع يدل على تبحره في هذا الشان، وفي الفقه، واختلاف العلماء". (۲۰)

''امام ترمذیؒ کی کتاب "الجامع" ان کی فقہ اور اختلاف فقہاء میں مہارت کے تبحر علمی پر دلالت کرتی ہے''۔

علامہ ابو عمر ابن عبدالبر کہا کرتے تھے کہ:

'' ثلاثة كتب مختصرة في معناها اوثرها وافضلها مصنف ابي عيسى الترمذي ". (۲۱)

''تین کتابیں اپنے معنی (موضوع) میں مختصر (جامع) ہیں۔اور ان میں سے سب سے افضل ابو عیسی الترمذی کی کتاب ہے''۔

مذکورہ اقتباسات میں مختلف اہل علم وفن نے اپنے اپنے انداز سے امام ترمذیؒ کی کتاب ''الجامع'' کی تعریف کی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب اس قدر بے شمار خوبیوں سے متصف ہے کہ رہتی دنیا تک علماء اس سے مستفید ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی شان میں اپنے اپنے نیک جذبات کا اظہار ضرور کرتے رہیں گے کیونکہ کتب ستہ میں یہ واحد کتاب ہے جو تمام مسالک کے ہاں یکساں مقبول ہے۔

جامع ترمذی کے متعلق امام ترمذیؒ کے اقوال:

امام ترمذیؒ، خود جامع ترمذی کے متعلق فرماتے ہیں:

" صنفت هذا الكتاب يعني المسند الصحيح فعرضته على علماء الحجاز فرضوا به وعرضته على علماء العراق فرضوا به وعرضته على علماء خراسان فرضوا به ". (۲۲)

''میں نے اس کتاب کو تصنیف کر کے علماء حجاز پر پیش کیا تو وہ اس سے راضی ہوئے۔ اور علماء عراق پر پیش کیا تو وہ بھی راضی ہوئے۔اور علماء خراسان پر پیش کیا تو وہ بھی راضی ہوئے''۔

امام ترمذیؒ مزید فرماتے ہیں:

''ومن كان في بيته هذا الكتاب فكانما في بيته نبي يتكلم ''. (۴۳)

''جس گھر میں یہ کتاب ہوگی گویا کہ اس گھر میں نبی ﷺ گفتگو فرما رہے ہیں''۔

اس کتاب کی اہمیت و افادیت اور مقام و مرتبہ معلوم کرنے کیلئے یہی بات کافی ہے کہ اس کتاب کو علماء حجاز، علماء عراق، اور علماء خرسان نے قبول کیا اور اس پر اپنی رضامندی ظاہر کی۔ مزید یہ کہ امام ترمذیؒ خود بھی کتاب کی صداقت وفوائد کے بارے میں کہیں کہ جس گھر میں بھی یہ کتاب ہو گویا کہ اس گھر میں نبی کریم ﷺ گفتگو فرما رہے ہیں۔

جامع ترمذی کی تمام احادیث معمول بہا ہیں:

امام ترمذیؒ خود کتاب ''العلل'' میں جامع ترمذی کے متعلق فرماتے ہیں:

"جميع ما في هذا الكتاب من الحديث فهو معمول به وبه اخذ بعض اهل العلم ما خلا حديثين حديث ابن عباس ان النبي - صلى الله عليه وسلم - جمع بين الظهر والعصر بالمدينة والمغرب والعشاء من غير خوف ولا سفر ولا مطر وحديث النبي -صلى الله عليه وسلم -انه قال إذا شرب الخمر فاجلدوه فإن عاد في الرابعة فاقتلوه ". (۴۴)

''اس کتاب میں موجود سوائے دو حدیثوں کے تمام احادیث معمول بہا ہیں''

۱۔ حدیث ابن عباسؓ : نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو بغیر خوف، بغیر سفر اور بغیر بارش کے جمع کیا''۔

۲۔ حدیث (معاویہؓ) : نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب وہ (شرابی) شراب پیئے تو اسے کوڑے مارو اور اگر وہ چوتھی مرتبہ پھر شراب پیئے تو اس کو قتل کردو''۔

جمع بین الصلاتین والی حدیث مذکورہ تین اعذار کے علاوہ بھی کئی اعذار کی بنیاد پر نمازوں کو جمع کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ مثلاً: ڈاکٹر اگر مریض کے آپریشن میں کئی گھنٹے تک مصروف رہے تو جمع کر سکتا ہے، یا اس قسم کے دیگر عذر نماز جمع کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔

جامع ترمذی متعدد علوم کا ذخیرہ ہے:

ابوبکر ابن العربی نے جامع ترمذی کی شرح "عارضۃ الاحوذی" میں لکھا ہے کہ جامع ترمذی چودہ علوم پر مشتمل ہے۔ وہ علوم یہ ہیں:

۱۔تصنیف ۲۔اسناد ۳۔تصحیح ۴۔تشہیر ۵۔طرق الاسناد ۶۔جرح ۷۔تعدیل ۸۔اسماء کی وضاحت ۹۔کنی کی وضاحت ۱۰۔الاتصال ۱۱۔انقطاع ۱۲۔معمول بھا روایت کی وضاحت ۱۳۔متروک العمل روایت کی وضاحت ۱۴۔توجیہ وتاویل کے سلسلہ میں اختلاف علماء کا بیان۔(۲۵)

بعض لوگوں نے ان چودہ علوم کو ایک اور انداز میں بیان کیا ہے، وہ ہیں:

۱۔تبویب ۲۔بیان فقہ ۳۔علل احادیث وبیان صحیح وضعیف ۴۔بیان اسماء وکنی ۵۔جرح وتعدیل ۶۔جن سے احادیث نقل کی ہیں ان کے متعلق یہ بتانا کہ ان میں سے کس نے آنحضرت ﷺ کو پایا ہے اور کس نے نہیں ۷۔راویان حدیث کا شمار ۸۔بیان شذوذ ۹۔بیان موقوف ۱۰۔بیان مدرج ۱۱۔بیان اسناد ۱۲۔متروک العمل روایات کی توضیح ۱۳۔احادیث کے رد وقبول میں علماء کے اختلاف کا بیان ۱۴۔احادیث کی توجیہ وتاویل میں علماء کے اختلاف آراء کا ذکر۔(۲۶)

معلوم ہوا کہ جامع ترمذی گراں قدر علمی اور تحقیقی کتاب ہے۔اس میں علم حدیث کے متعلقہ کئی علوم بیان کئے گئے ہیں۔اور ہر ایک علم اپنے باب میں اصل کی حیثیت رکھتا ہے اور اگر اس علم کی شاخوں کو بیان کیا جائے تو اس کی طوالت اور تفصیل کا اندازہ لگانا مشکل ہوگا۔

جامع ترمذی کا اسلوب تدوین:

جامع ترمذی کا اسلوب تدوین، جامعیت اور فقہی ترتیب دونوں کا مرکب ہے۔اس کتاب کی تدوین میں امام ترمذیؒ اس کو "الجامع" بنانے کے اصولوں کا بھی لحاظ رکھا اور جو اصول اس کتاب کو فقہی ترتیب ابواب پر مرتب کر کے "السنن" کا درجہ دینے کے تھے ان کو بھی پورا کیا۔یہی وجہ ہے اس کتاب کو تدوین کے اعتبار سے "الجامع" اور "السنن" دونوں کہا جاتا ہے۔انحصار وجامعیت کے اعتبار سے بھی یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔اس کتاب کی تدوین کی شروط اگرچہ بخاری ومسلم جیسی نہیں ہیں تاہم اکثر روایات ایسی ہیں جن میں انہیں رواۃ سے احادیث لی گئی ہیں جن سے بخاری ومسلم نے اخذ کی ہیں۔جامع ترمذی کے اسلوب تدوین کو کما حقہ معلوم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس کتاب کی تدوین، شروط تدوین، طریق تدوین، ترتیب تدوین، تبویب، اسناد کی حقیقت، رواۃ کا تعارف، متن کی خصوصیات، فقہ تراجم الابواب، بیان اختلاف ائمہ، بیان عمل

بالحدیث اور امام ترمذیؒ کے تخریج کے اصولوں اور تنقید کے اصولوں کو معلوم کرنا از حد ضروری ہے۔آئندہ سطور میں ان نکات کا اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

جامع ترمذی کی تدوین تیسری صدی ہجری میں ہوئی۔یہ ایک ایسا زمانہ تھا جس میں علم حدیث کا دور دورہ تھا اور اس کی خوشبو چہار سو عالم میں پھیل چکی تھی بلکہ اس زمانے کو علم حدیث کا سنہری دور کہا جاتا ہے۔یہی وہ زمانہ تھا جس میں شہرہ آفاق محدثین نے اپنی اپنی صحیح کتب حدیث تالیف کیں۔دواوین اسلام کی مشہور چھ کتب حدیث (صحاح ستہ) بھی اسی زمانے میں مدون کی گئیں۔امام ترمذیؒ نے اپنے زمانے کے محدثین اور ان کی کتب حدیث کی تدوین کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک جدید اسلوب تدوین اختیار کر کے کتاب کو تصنیف کیا۔یہ ایک ایسا اسلوب تھا جو کہ آپ سے پہلے کسی نے بھی اختیار نہیں کیا تھا۔

ابوجعفر احمد بن ابراہیم بن الزبیر الثقفی العاصمی الغرناطی کہتے ہیں:

"وللترمذی فی فنون الصناعة الحدیثیة ما لم یشارکه غیره" ۔(۲۷)

''امام ترمذی کو علم حدیث کے مختلف فنون جمع کرنے کا جو امتیاز حاصل ہے اس میں کوئی اور ان کا شریک نہیں''

ابن خلکان کہتے ہیں:

"صنف کتاب الجامع والعلل تصنیف رجل متقن وبه کان یضرب المثل". (۲۸)

''امام ترمذیؒ نے کتاب الجامع والعلل تصنیف کی جو ایک پختہ آدمی کی تصنیف ہے اور وہ اسی کے ساتھ ضرب المثل تھے''

طرز تدوین میں امام بخاریؒ کی موافقت:

امام ترمذیؒ،امام بخاریؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔آپ نے اپنی کتاب ''الجامع'' میں آٹھ بنیادی مضامین (عقائد،تفسیر، احکام، آداب، سیر، مناقب، الفتن، اشراط) جمع کر کے اپنے استاد امام بخاریؒ کی موافقت کی ہے۔

طرز تدوین میں امام مسلمؒ کی موافقت:

امام ترمذیؒ کی عادت ہے کہ وہ اپنی کتاب میں حدیث کو بالتکرار ذکر نہیں کرتے بلکہ اس حدیث کی

دیگر اسناد کو ساتھ ہی بیان کر دیتے ہیں۔اس طرح ایک حدیث کی کئی اسناد کو یکجا بیان کرنے اور اس حدیث کے تکرار سے بچنے میں امام ترمذیؒ نے اپنے استاد امام مسلمؒ کی موافقت کی ہے۔لیکن تکرار سے بچنے کے باوجود بھی اس میں تراسی (83) احادیث باتکرار موجود ہیں۔لیکن اتنی بڑی کتاب میں اس قدر تکرار کچھ زیادہ نہیں ہے۔

طرز تدوین میں امام ابوداؤدؒ کی موافقت:

امام ترمذیؒ نے اس کتاب کو فقہی ترتیب ابواب میں مدون کیا ہے۔لہٰذا اس اسلوب تدوین میں آپ نے امام ابوداؤد (جو کہ آپ کے استاد بھی ہیں) کی موافقت کی ہے۔کیونکہ انھوں نے بھی اپنی کتاب کو فقہی ترتیب ابواب میں مدون کیا ہے اور اس میں احکام کی احادیث روایت کی ہیں۔

اسلوب ترتیب:

امام ترمذیؒ نے (جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے) ''الجامع'' کو ترتیب دینے میں فقہی ترتیب کتب وابواب کی پیروی کی ہے۔جامع ترمذی کے پُرانے نسخوں میں لفظ'' کتاب'' کی جگہ''ابواب'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔مثلاً:''کتاب الطہارۃ'' کی بجائے''ابواب الطہارۃ'' وغیرہ۔جبکہ بعض جدید نسخوں میں لفظ''ابواب'' کو تبدیل کر کے اس کی جگہ پر لفظ'' کتاب'' آ گیا ہے۔جیسا کہ عام دیگر کتب حدیث کا طریقہ ہے۔اس طرح جامع ترمذی کی کتب کی تعداد اکاون (51) ہے اور ہر ایک کتاب کے تحت اس کے ذیلی ابواب کا بیان ہے۔ ترتیب کتب وابواب زیادہ تر اہل سنن کی طرز پر ہے نہ کہ امام بخاریؒ و مسلمؒ کی طرز پر۔مثلاً: امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ ''کتاب الایمان'' کو کتاب کے ابتدائی حصہ میں بیان کرتے ہیں جبکہ امام ترمذیؒ ''کتاب الایمان'' کو کتاب کے آخری حصہ میں بیان کرتے ہیں۔تاہم علماء نے امام ترمذیؒ کے حسن ترتیب کی بھی اسی طرح تعریف کی ہے جس طرح امام مسلمؒ کی حسن ترتیب کی تعریف کی جاتی ہے۔

شاہ عبدالعزیز جامع ترمذی کی ترتیب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''هو احسن من جميع كتب الحديث من وجوه الاول من جهة حسن الترتيب وعدم التكرار ''. (۲۹)

''وہ (جامع ترمذی) متعدد وجوہ سے تمام کتب حدیث سے بہتر ہے ان میں سے پہلی وجہ عمدہ ترتیب اور عدم تکرار ہے''۔

شروط الامام الترمذیؒ:

امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب کی تدوین میں جو شروط رکھی تھیں ان کا تو کہیں واضح بیان نہیں ہے۔تاہم

جن جن لوگوں سے انہوں نے روایات لی ہیں ان کے احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ترمذی کی شروط امام بخاری٬ امام مسلم٬ امام ابوداؤد اور امام نسائی کی طرح قوی نہیں بلکہ یہ ان سے قوت میں کم درجے کی ہیں۔ اگر رُواۃ کی توثیق وعدالت کے طبقات بنائے جائیں تو امام ترمذی کے رُواۃ چوتھے درجے کے راوی ہوں گے اگرچہ امام صاحب نے پہلے٬ دوسرے اور تیسرے طبقے کے رُواۃ سے بھی احادیث اخذ کی ہیں۔ اصل مقصود یہ ہے کہ کم از کم چوتھے طبقے کا راوی ہو تو امام ترمذی اس راوی سے حدیث اخذ کر لیتے ہیں جبکہ اس سے کم درجے کے راوی سے حدیث بیان نہیں کرتے اور اگر کبھی پانچویں طبقے سے روایت کریں تو وہ یقیناً متابعات وشواہد میں ہی کرتے ہیں۔

حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان الحازمی نے امام زھری کے تلامذہ کے پانچ طبقات بنا کر مثال سے شروط الائمہ فی تخریج الحدیث کو واضح کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پہلا طبقہ امام بخاری کی شرط ہے٬ دوسرا طبقہ امام مسلم کی شرط ہے٬ تیسرا طبقہ امام ابوداؤد اور امام نسائی کی شرط ہے اور چوتھا طبقہ امام ترمذی کی شرط ہے، اور رواۃ کا چوتھا طبقہ وہ ہے جنہوں نے امام زہری کی مصاحبت بہت کم کی ہے اور اس کے ساتھ ان پر جرح وتعدیل دونوں ہیں اور وہ رد وقبول کی درمیانی کیفیت میں ہیں، اس قسم کے رواۃ سے احادیث اخذ کر لینا امام ترمذی کی شرط ہے۔(۳۰)

علامہ ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی اپنی کتاب " شروط الأئمة الستة " میں رقمطراز ہیں:

> "واما ابو عیسی رحمہ اللہ فکتابه علی اربعة اقسام قسم صحیح مقطوع به وهو ما وافق فیه البخاری ومسلم وقسم علی شرط ابی داود والنسائی کما بینا وقسم اخرجه للضدیة وابان علته وقسم رابع ابان عنه فقال ما اخرجت فی کتابی الا حدیثا قد عمل به بعض الفقهاء وهذا شرط واسع ".(۳۱)
>
> ''ابوعیسی (ترمذی) رحمہ اللہ کی کتاب چار اقسام پر مشتمل ہے۔(1) وہ قسم ہے جو قطعی طور پر صحیح ہے یہ وہ ہے جس میں انہوں نے بخاری اور مسلم کی موافقت کی ہے۔(2) وہ قسم ہے جو امام ابوداؤد اور امام نسائی کی شرط پر ہے۔(3) وہ قسم ہے جو ابوداؤد اور نسائی کی تیسری قسم کی طرح یا اس کی ضد میں ہے اور انہوں نے اس کی علت کو واضح کر دیا ہے۔(4) وہ قسم ہے جس کو امام ترمذی نے اپنی طرف سے بیان کیا ہے۔ لہذا وہ کہتے

ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی حدیث نہیں نکالی جس پر بعض فقہاء کا عمل نہ ہو اور یہ ایک وسیع شرط ہے"۔

علامہ ابوبکر الحازمی، امام ترمذیؒ کی شروط کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وفی الحقیقة شرط الترمذی ابلغ من شرط ابی داود لان الحدیث اذا کان ضعیفا او مطلعه من حدیث اهل الطبقة الرابعة فانه یبین ضعفه وینبه علیه فیصیر الحدیث عنده من باب الشواهد والمتابعات ویکون اعتماده علی ما صح عند الجماعة". (۳۲)

''حقیقت میں امام ترمذی کی شروط امام ابوداؤد سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اگر حدیث ضعیف ہو یا چوتھے طبقے کے راوۃ سے ہو تو امام ترمذی اس کا ضعف بیان کرتے ہیں اوراس پر (جو کلام) ہے اس کی تنبیہ کرتے ہیں۔اس طرح حدیث ان کے نزدیک شواہد ومتابعات میں شمار ہوتی ہے اوران کا اعتماد صحیح حدیث پر ہی ہوتا ہے''۔

مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ امام ترمذی کی یہ روش ہے کہ وہ احادیث کے رواۃ پر جرح بھی کرتے ہیں اور روایت کی صحت وضعف کو بیان کرنے میں بھی کوئی بخل نہیں کرتے۔اس طریقے اور روش سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ امام ترمذی کے ہاں کسی بھی باب میں کم ازکم ایک حدیث کا صحیح ہونا ضروری ہے جبکہ بقیہ روایات وہ اس باب میں بطور شواہد ومتابعات کے ذکر کردیتے ہیں اوران پر وہ جرح بھی کرتے ہیں۔

دوسری بنیادی چیز امام ترمذی کی شروط میں یہ ہے کہ امام صاحب نے وہ احادیث روایت کی ہیں جن کا فقہاء کے نزدیک معمول بہا ہونا ثابت ہے۔یہی وجہ ہے کہ امام صاحب باب سے متعلقہ روایات ذکر کرنے کے بعد مختلف فقہاء کے مذاہب کو بیان کرتے ہیں تاکہ ان کے اس قول کی تصدیق ہو جو انھوں نے کتاب ''العلل'' میں بیان کیا ہے:

"جمیع ما فی هذا الکتاب من الحدیث فهو معمول به وبه اخذ بعض اهل العلم ما خلا حدیثین". (۳۳)

تدوین کتاب میں امام ترمذیؒ کا منہج:

جامع ترمذی کا بالاستیعاب اور بغور مطالعہ کرنے سے امام ترمذیؒ کا جو خوبصورت منہج تدوین سامنے آتا ہے اس کو بالاختصار نکات کی صورت میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) فقہاء کے نزدیک معمول بہا روایات کا بیان۔(۲) کتاب کی ترتیب فقہی ترتیب کتب و ابواب کے مطابق۔(۳) احادیث پر صحت یا ضعف کا حکم لگانا۔(۴) روایات کی اسناد کی علل کا بیان۔(۵) رواۃ اسناد کی حیثیت کا بیان۔(۶) رواۃ کی وضاحت۔(۷) متن حدیث کے اختلاف کی وضاحت۔(۸) بعض احادیث مشترکہ کے بعد نفس مضمون کی حدیث روایت کرنے والے دیگر صحابہ کے اسماء کا ذکر۔(۹) صحابہؓ کے مذاہب کا بیان۔(۱۰) تابعینؒ کے مذاہب کا بیان۔(۱۱) فقہاءؒ کے مذاہب کا بیان۔(۱۲) اختلاف فقہاء کا بیان۔(۱۳) بیان شذوذ۔(۱۴) بیان موقوف۔(۱۵) بیان مدرج۔(۱۶) بیان طرق الحدیث۔(۱۷) بیان فقہ الحدیث فی ترجمۃ الباب۔(۱۸) جامع ترمذی کے آخر میں کتاب "العلل" کو رکھنا۔(۱۹) کتاب "العلل" میں جامع ترمذی سے متعلقہ ہی ضروری باتوں کا ذکر کرنا۔(۲۰) تدوین کتاب میں انداز ایسا اپنانا جس کی پہلے مثال نہیں ملتی۔

اصطلاحات ترمذیؒ:

امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی میں علم حدیث سے متعلقہ کچھ الفاظ اور اصطلاحات ایسی استعمال کی ہیں جو عموماً دیگر محدثین بھی استعمال کرتے ہیں اور ان کا معنی و مفہوم بھی وہی ہے جو دیگر محدثین کے نزدیک معنی و مفہوم ہے۔تاہم کچھ اصطلاحات ایسی بھی ہیں جن کے استعمال میں امام ترمذی وہ معنی مراد نہیں لیتے جو عام محدثین مراد لیتے ہیں۔جیسا کہ حسن حدیث کی اصطلاح کے استعمال میں امام ترمذی دیگر محدثین متفرد ہیں۔ ان الفاظ و اصطلاحات کا اجمالی خاکہ حسب ذیل ہے۔

(۱)　**فیه مقال او فی اسناده مقال**: اس حدیث میں یا اس حدیث کی اسناد میں کلام ہے۔

(۲)　**ذاهب الحدیث**: حدیث کو بھول جانے والا/حدیث کو بُھلا دینے والا۔

(۳)　**مقارب الحدیث**: وہ حدیث کو یاد رکھنے میں اپنے غیر کے قریب قریب ہے۔

(۴)　**شیخ لیس بذاك**: وہ بہت بوڑھا ہو گیا اور اس لیے اس پر نسیان غالب آ گیا لہٰذا اس کی احادیث قوی نہیں ہیں۔

(۵)　**اسناده لیس بذاك**: اس کی اسناد قوی نہیں ہے۔

(۶)　**هذا حدیث غریب اسنادا**: یہ حدیث سند کے اعتبار سے غریب ہے نہ کہ متن کے اعتبار سے یعنی اس کا متن تو مشہور معروف ہے لیکن روایت کرنے میں اس کی سند میں غرابت آ گئی ہے۔

(۷)　**هذا حدیث غریب من هذا الوجه**: یعنی یہ حدیث اس سند کے لحاظ سے غریب ہے جبکہ اس کا

متن مشہور ہے۔ھذا حدیث غریب اسنادا اور ھذ احدیث غریب من ھذا الوجہ سے ایک ہی چیز مراد ہے۔یعنی دونوں کا معنی مفہوم ایک جیسا ہی ہے۔

(۸) ھذا حدیث مرسل: یہ حدیث مرسل ہے۔لیکن امام ترمذی مرسل سے اکثر منقطع مراد لیتے ہیں۔

(۹) ھذا حدیث جید: یہ حدیث جید(صحیح یا عمدہ) ہے۔بعض کہتے کہ امام ترمذی کے نزدیک جید سے مراد صحیح ہے۔جبکہ اکثر کا خیال یہ ہے کہ جید سے مراد وہ حدیث ہے جو صحیح سے کم اور حسن لذاتہ سے اوپر کے درجے کی ہو۔

(۱۰) ھذا اصح من ذالک: یہ حدیث یا قول اس حدیث یا قول سے زیادہ صحیح ہے۔لیکن امام ترمذی کے اس قول سے مطلقا صحت مراد نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد ہوتا ہے کہ اگر دونوں احادیث یا اقوال صحیح ہیں تو ان میں سے یہ حدیث یا قول زیادہ صحیح ہے۔اور اگر دونوں احادیث یا اقوال ضعیف ہیں تو یہ ان دونوں میں سے کم ضعف والا ہے۔اگر دونوں احادیث یا اقوال میں سے ایک صحیح ہے اور ایک ضعیف ہے تو ان دونوں میں سے یہ حدیث یا قول صحیح ہے اور دوسرا ضعیف ہے۔امام ترمذی کے علاوہ دیگر محدثین بھی ھذا اصح من ذالک سے مذکورہ مفہوم ہی مراد لیتے ہیں۔

(۱۱) ھذا الحدیث اصح شیء فی ھذا الباب و احسن: یہ حدیث اس باب کی احادیث میں سب سے زیادہ صحیح اور بہتر ہے۔امام ترمذیؒ کے نزدیک اس سے مراد بھی وہی ہے جیسا کہ عام طور پر اصح من ذالک سے مراد ہے یعنی اگر اس باب کی احادیث اگر صحیح ہیں تو یہ حدیث ان تمام احادیث میں سب سے زیادہ صحیح اور بہتر۔اور اگر اس باب کی احادیث ضعیف ہیں تو یہ حدیث زیادہ راجح یعنی کم ضعف والی ہے۔اور اس طرح یہ حدیث باقی کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے۔

(۱۲) ھذا حدیث مضطرب: یہ حدیث مضطرب ہے۔یعنی اس حدیث کی سند یا متن میں اضطراب ہے۔

(۱۳) ھذا حدیث فیہ اضطراب: اس حدیث میں اضطراب ہے۔یعنی یہ قول بھی پہلے قول کی مانند ہے۔امام ترمذی یہ قول ایسی حدیث کے لیے استعمال کرتے ہیں جس کی سند یا متن میں اضطراب ہو یا سند اور متن دونوں میں اضطراب ہو۔

(۱۴) ھذا حدیث غیر محفوظ: یہ حدیث محفوظ نہیں ہے۔یعنی یہ حدیث شاذ ہے۔

(۱۵)هذا حديث صحيح (۱۶)هذا حديث حسن (۱۷) هذا ضعيف (۱۸)هذا حديث حسن صحيح (۱۹)هذا حديث حسن غريب (۲۰)هذا حديث حسن غريب صحيح

جمہور کے نزدیک حسن حدیث کی تعریف:

" خَبَرُ الْآحَادِ بِنَقْلِ عَدْلٍ خَفِّ الضَّبْطِ ، مُتَّصِلِ السَّنَدِ ، غَيْرِ مُعَلَّلٍ وَلَا شَاذٌّ هُوَ الْحَسَنُ لِذَاتِهِ ". (۳۴)

"وہ خبر واحد جس کو عادل اور خفیف ضبط والے راوی نے متصل سند کے ساتھ نقل کیا ہو اور اس میں کوئی علت نہ ہو اور نہ ہی وہ شاذ ہو"۔

امام ترمذیؒ کے نزدیک حسن حدیث کی تعریف:

امام ترمذی کے نزدیک حسن حدیث کی تعریف جمہور کی تعریف سے قدرے مختلف ہے۔ چنانچہ امام ترمذیؒ حسن حدیث کی تعریف کرتے ہوئے کتاب "العلل" میں لکھتے ہیں:

"وَمَا ذَكَرْنَا فِي هَذَا الْكِتَابِ حَدِيثٌ حَسَنٌ فَإِنَّمَا أَرَدْنَا بِهِ حُسْنَ إِسْنَادِهِ عِنْدَنَا كُلُّ حَدِيثٍ يُرْوَى لَا يَكُونُ فِي إِسْنَادِهِ مَنْ يُتَّهَمُ بِالْكَذِبِ وَلَا يَكُونُ الْحَدِيثُ شَاذًّا وَيُرْوَى مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ نَحْوَ ذَلِكَ فَهُوَ عِنْدَنَا حَدِيثٌ حَسَنٌ ". (۳۵)

"اور جو ہم نے اس کتاب میں حسن حدیث کا ذکر کیا ہے اس سے ہماری مراد حسن باعتبار سند ہے۔ ہمارے نزدیک ہر وہ حدیث جس کی سند میں کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو اور نہ ہی وہ حدیث شاذ ہو یا وہ حدیث ایک سے زائد طرق سے مروی ہو تو اس قسم کی حدیث ہمارے نزدیک حسن ہے"۔

امام ترمذیؒ کی "حسن حدیث کی تعریف" میں اشکال:

امام ترمذیؒ نے حسن حدیث کی تعریف میں جمہور سے الگ موقف اختیار کیا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک متعدد طرق سے مروی حدیث کو حسن کہا جاتا ہے۔ اگر حسن حدیث کی تعریف امام ترمذی والی مراد لی جائے تو پھر جامع ترمذی میں اس تعریف کی تطبیق پر کئی اشکالات پیدا ہوتے ہیں۔ خاص طور پر جب امام ترمذی حسن کے ساتھ صحیح یا غریب یا صحیح وغریب دونوں کو جمع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ امام ترمذی کی عادت ہے کہ وہ

حدیث روایت کرنے کے بعد اکثر اس پر حکم لگاتے ہیں اور عموماً جو الفاظ آپ ذکر کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔
(1) هذا حديث صحيح (2) هذا حديث حسن (3) هذا حديث غريب (4) هذا حديث ضعيف (5) هذا حسن صحيح (6) هذا حديث حسن غريب (7) هذا حديث حسن غريب صحيح

مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ جب امام ترمذی کسی حدیث پر حکم لگاتے ہیں تو اس وقت کئی اشکالات پیدا ہوتے ہیں۔مثلاً:

(i) حديث حسن سے یہاں امام ترمذی کی کیا مراد ہے؟
(ii) حديث حسن صحيح : میں ایک ہی حدیث میں حسن اور صحت کیسے جمع ہو جاتی ہیں؟
(iii) حديث حسن غريب : میں ایک ہی حدیث میں حسن اور غرابت کا حکم کیوں لگا دیا گیا؟
(iv) حديث حسن غريب صحيح : میں ایک ہی حدیث میں حسن، غرابت اور صحت تین احکام کیوں جمع کر دیے گئے؟
(v) مذکورہ تمام اشکالات میں حسن، صحیح اور غریب سے کیا مراد ہے؟

ان تمام اشکالات کو دور کرنے کے لئے مختلف علماء نے مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔ان توجیہات میں سے چند اہم توجیہات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(1) هذا حديث حسن کی توجیہات

امام ترمذی جب کسی حدیث پر صرف "حسن" کا حکم لگاتے ہیں تو اس سے ان کی مراد وہ تعریف ہوتی ہے جو انھوں نے کتاب "العلل" میں ذکر کی ہے۔یعنی حسن حدیث سے مراد ہے کہ اس حدیث کی سند میں کوئی راوی متہم بالکذب نہیں اور نہ ہی یہ حدیث شاذ ہے یا یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے۔(۳۶)

(2) هذا حديث حسن صحيح کی توجیہات

امام ترمذی جب کس حدیث پر "حسن صحيح" کا حکم لگاتے ہیں تو اس سے درج ذیل مراد ہوتی ہے۔

(i) یہ حدیث حسن لذاته اور صحيح لغيره ہے۔یہ شیخ عبدالحق الدھلوی کا موقف ہے۔(۳۷)
(ii) یہ حدیث دو اسناد سے مروی ہے جن میں سے ایک سند کے اعتبار سے وہ حسن ہے اور دوسری سند کے اعتبار

سے وہ صحیح ہے۔ یہ حافظ ابن الصلاح کا موقف ہے۔(۳۸)

(iii)حسن صحیح کا اکٹھا حکم رواۃ کی صفات کے درجات کی وجہ سے لگایا گیا ہے کیونکہ ایک ہی سند کے رواۃ میں کچھ صفات کم درجے کی ہوتی ہیں جیسے صدق اور عدم تہمت بالکذب اور کچھ صفات اونچے درجے کی ہوتی ہیں جیسے حفظ واتقان لہٰذا ان صفات کی وجہ سے ایک ہی حدیث پر حسن صحیح کا حکم لگایا گیا ہے۔یعنی کم درجے کی صفات کی وجہ سے یہ حدیث حسن ہے اور اعلیٰ درجے کی صفات کی وجہ سے یہ حدیث صحیح ہے بلکہ اکثر متقدمین نے صحیح احادیث کے بارے بھی حسن کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ ابن دقیق العید کا موقف ہے۔(۳۹)

(iv)حسن صحیح ایک مستقل رتبہ حدیث ہے۔جو کہ صحیح اور حسن کے درمیان ہے۔یعنی یہ حدیث نہ صحیح ہے اور نہ ہی حسن ہے بلکہ اس حدیث کا رتبہ صحیح اور حسن کے درمیان ہے۔اور یہ حدیث صحیح سے کم درجے کی ہے اور حسن سے اونچے درجے کی ہے۔ یہ حافظ ابن کثیر کا موقف ہے۔(۴۰)

لیکن حافظ ابن حجر ،حافظ بدرالدین الزرکشی اور حافظ ابوالفضل العراقی نے اس موقف کی سخت تردید کی ہے۔(۴۱)

(v)حسن صحیح سے مراد یہ ہے کہ یہ حدیث حسن کے اعلیٰ درجے میں اور صحیح کے ابتدائی درجے میں ہے۔یہ الزرکشی کی توجیہ ہے۔(۴۲)

(vi)حسن صحیح سے مراد ہے کہ یہ حدیث ایک قوم کے نزدیک صحیح ہے اور دوسری قوم کے نزدیک حسن ۔یہ ابن حجر نے توجیہ ذکر کی ہے۔(۴۳)

(vii)حسن صحیح سے مراد یہ ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن ہے اور صحیح اس لیے کہا گیا ہے کہ اس باب میں سب زیادہ صحیح روایت یہی ہے۔ یہ عبدالرحمٰن مبارکپوری کی توجیہ ہے۔(۴۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی ''شرح نخبۃ الفکر'' میں رقمطراز ہیں:

'' جب کسی حدیث پر صحت اور حسن کا اکٹھا حکم لگایا جاتا ہے تو اس سے تردد حاصل ہوتا ہے کہ اس میں صحت کی شروط پائی جاتی ہیں یا اس سے کم شروط ہیں لہٰذا ایسی حدیث کے بارے میں مجتہد دو اوصاف میں سے ایک وصف لگاتا ہے۔اگر اس میں تفرد پایا جاتا ہو تو وہ حدیث باعتبار وصف کے ایک قوم کے نزدیک حسن ہوتی ہے اور باعتبار وصف کے دوسری قوم کے نزدیک صحیح ہوتی ہے تو ان دونوں قوموں کے حکم کو اکٹھا کرنے کیلئے حسن صحیح کہا گیا ہے اور ان کے درمیان ''او'' حرف عطف محذوف ہے۔اصل میں یہ عبارت حسن او صحیح ہے اور اس کے حکم میں تردد ہونے کی وجہ سے یہ صحیح سے کم درجے کی رہ جاتی ہے۔اور اگر اس حدیث میں تفرد نہ ہو تو

پھر اس کی دو اسناد ہوں گی ایک سند کے اعتبار سے وہ حسن ہوگی اور ایک سند کے اعتبار وہ صحیح ہوگی اور اس صورت میں وہ صحیح سے اعلیٰ درجے کی ہوگی اس لیے کہ متعدد طرق بھی قوت کا باعث ہے۔"(۴۵)

مذکورہ اقتباسات سے واضح ہوتا ہے کہ علماء نے امام ترمذی کی مراد کو سمجھنے کے لیے اپنے اپنے جوابات دیے ہیں لیکن ہر ایک نے جو توجیہ بیان کی ہے اس کو حرف آخر نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ ان توجیہات پر امام ترمذی کی طرف سے کوئی نص موجود نہیں ہے۔ البتہ کسی ایک کو دوسری کے مقابلے میں راجح قرار دیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ابن دقیق العید کی توجیہ کو "النکت علی کتاب ابن الصلاح" میں زیادہ قوی قرار دیا ہے۔ جبکہ متاخرین عموماً خود حافظ ابن حجر کی توجیہات کو مستحسن قرار دیتے ہیں۔

(3) هذا حديث حسن غريب کی توجیہات:

امام ترمذیؒ جب کسی حدیث پر حسن غریب کا حکم لگاتے ہیں تو ایک بہت بڑا اشکال جنم لیتا ہے اس لیے کہ امام ترمذی کے نزدیک حسن حدیث وہ ہے جو متعدد طرق سے مروی ہو جبکہ غریب حدیث سے مراد وہ ہے جس کو روایت کرنے والا ایک راوی ہو۔ تو اس طرح جو حدیث متعدد طرق سے مروی ہو اس کو غریب کیوں کہا؟ اس اشکال کے بھی کئی جوابات دیے گئے ہیں۔ اہم ترین جوابات حسب ذیل ہیں۔

(i) جب کسی حدیث پر "حسن غریب" کا اکٹھا حکم لگایا جاتا ہے تو اس وقت حسن حدیث سے مراد وہ حسن حدیث ہے جو جمہور کے نزدیک حسن ہے نہ کہ وہ جس کو امام ترمذی حسن کہتے ہیں۔ اس طرح یہ اشکال دور ہو جاتا ہے اس لیے کہ جمہور کی تعریف کے مطابق حسن اور غریب اکٹھے ہو سکتے ہیں یہ توجیہ حافظ ابن حجر نے شرح نخبۃ الفکر میں بیان کی ہے۔(۴۶)

(ii) حسن غریب کا اکٹھا حکم لگانے سے غریب سے مراد غریب الاسناد ہے نہ کہ غریب المتن۔ اس طرح "حسن غریب" سے مراد ہوگا کہ یہ حدیث متن کے اعتبار سے حسن ہے اور اسناد کے اعتبار سے غریب ہے۔ یہ توجیہ حافظ بدر الدین الزرکشی نے بیان کی ہے۔(۴۷)

(iii) الشیخ عبدالحق الدہلویؒ "مقدمہ فی اصول الحدیث" میں رقمطراز ہیں:

> "واما اجتماع الغرابة والحسن فيستشكلونه بان الترمذی اعتبر فی الحسن تعدد الطرق فكيف يكون غريبا ويجيبون بان اعتبار تعدد الطرق فی الحسن ليس على الاطلاق بل فی قسم منه وحيث حكم باجتماع الحسن والغرابة فالمراد به قسم آخر وقال بعضهم انه اشار

بذلك الى اختلاف الطرق بان جاء فى بعض الطرق غريبا وفى بعضها حسنا وقيل الواو بمعنى او بانه يشك ويتردد فى انه غريب او حسن لعدم معرفته جزما وقيل المراد بالحسن ههنا ليس معناه الاصطلاحى بل اللغوى بمعنى ما يميل اليه الطبع وهذا القول بعيد جدا "۔ (۴۸)

''غرابت اور حسن کا اکٹھا حکم لگانے سے لوگوں کو مشکل پیش آتی ہے کیونکہ امام ترمذی کے نزدیک حسن حدیث میں تعدد طرق معتبر ہے تو وہ پھر غریب کیسے ہوگی؟ تو وہ (علماء) اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ تعدد طرق مطلق طور پر حسن میں ضروری نہیں بلکہ یہ حسن حدیث کی ایک قسم میں مطلوب ہے (جو امام ترمذی کے نزدیک ہے) اور جب حسن اور غرابت کا اکٹھا حکم لگایا جائے گا تو اس وقت حسن کی دوسری قسم مراد ہوگی (جو جمہور کے نزدیک حسن ہے)۔ بعض نے کہا اس حکم سے اختلاف طرق کی طرف اشارہ ہے کہ بعض طرق سے یہ حدیث غریب ہے اور بعض طرق سے یہ حدیث حسن ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں ''واؤ'' بمعنی ''او'' ہے تو لہذا عدم معرفت کی وجہ سے تردد پایا جاتا ہے کہ یہ حدیث حسن یا غریب ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہاں حسن سے مراد اس کا اصطلاحی معنی نہیں بلکہ لغوی معنی مراد ہے کہ حسن وہ ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو لیکن یہ قول بہت بعید ہے''۔

(4) هذا حديث حسن غريب صحيح کی توجیہات:

امام ترمذیؒ جب کسی حدیث پر حسن، صحت اور غرابت یعنی تینوں حیثیتوں کے ساتھ حکم لگاتے ہیں تو اس میں صحیح سے مراد وہ ہے جو جمہور کے نزدیک صحیح ہے اور حسن سے مراد بھی وہ ہی ہے جو جمہور کے نزدیک حسن ہے اور غریب سے مراد بھی وہی غریب ہے جو کہ جمہور کے نزدیک غریب ہے۔ تاہم ان تینوں اوصاف کو ایک ہی حدیث کے حکم میں جمع کرنے کا مفہوم سمجھنے کے لیے مذکورہ تمام توجیہات کا لحاظ رکھنا اور مذکورہ توجیہات کے اختلاف کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔

حدیث پر ''حسن'' کا حکم لگانے میں امام ترمذیؒ کی شہرت:

امام ترمذیؒ محدثین میں وہ پہلے محدث ہیں جنھوں نے کثرت کے ساتھ ''حسن'' حدیث کا تعارف

کروایا۔ اگر امام ترمذی کی حسن حدیث کے بارے میں خاص تعریف کو ذہن میں نہ رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام ترمذی احادیث پر ''حسن'' کا حکم لگانے میں سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ اگرچہ امام ترمذی سے پہلے بھی بعض محدثین نے ''حسن'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

حافظ ابن الصلاح ''علوم الحدیث'' میں لکھتے ہیں:

"کتاب ابی عیسی الترمذی رحمه الله اصل فی معرفة الحدیث الحسن وهو الذی نوه باسمه واکثر من ذکره فی جامعه ویوجد فی متفرقات من کلام بعض مشایخه والطبقة التی قبله کاحمد بن حنبل والبخاری وغیرهما". (۴۹)

''ابوعیسی کی کتاب حسن حدیث کی معرفت میں اصل کی حیثیت رکھتی ہے انھوں نے اس کے نام کو متعارف کروایا اور اپنی جامع میں کثرت سے اس کا ذکر کیا اور آپ کے مشائخ کے کلام میں اور ان سے پہلے کے طبقہ کے علماء میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے مثلاً امام احمد بن حنبل اور امام بخاری وغیرہ''۔

حافظ ابن حجر ''النکت علی کتاب ابن الصلاح'' میں لکھتے ہیں:

"واما علی بن المدینی فقد اکثر من وصف الاحادیث بالصحة والحسن فی مسنده وفی علله وکانه الامام السابق لهذا الاصطلاح وعنه اخذ البخاری و یعقوب بن شیبة وغیر واحد وعن البخاری اخذ الترمذی ... فان ان استمداد الترمذی لذلک انما هو من البخاری ولکن الترمذی اکثر منه واشاد بذکره واظهر الاصطلاح فیه فصار اشهر به من غیره". (۵۰)

''تحقیق امام علی بن المدینی نے بھی اپنی مسند اور علل میں احادیث پر صحت اور حسن کا کثرت کے ساتھ حکم لگایا ہے گویا وہ (ابن المدینی) سب سے پہلے امام ہیں جنھوں نے یہ اصطلاح استعمال کی اور ان سے امام بخاری، یعقوب بن شیبہ اور کئی دوسرے محدثین نے یہ اصطلاح اخذ کی اور امام ترمذی نے یہ اصطلاح امام بخاری سے حاصل کی۔۔۔ پس معلوم ہوا کہ امام ترمذی کی اس اصطلاح کی استمداد امام بخاری سے

ہے۔لیکن امام ترمذی نے اس اصطلاح کو امام بخاری سے زیادہ کثرت سے استعمال کیا ہے اور اس میں ایک جدید اصطلاح ظاہر کی ہے۔جس کی وجہ سے وہ دیگر محدثین سے اس اصطلاح میں زیادہ مشہور ہو گئے ہیں"۔

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ کسی حدیث پر "حسن" کا حکم لگانا سب سے پہلے امام بخاریؒ کے استاد علی ابن المدینیؒ سے منقول ہے پھر ان سے امام بخاریؒ وغیرہ نے یہ اصطلاح اخذ کر لی اور پھر امام بخاریؒ سے امام ترمذیؒ نے اخذ کی بلکہ انھوں نے حسن حدیث کی تعریف میں جمہور سے الگ راستہ اختیار کیا۔اس امتیازی وصف کی وجہ سے امام ترمذیؒ کو حسن حدیث کا حکم لگانے میں شہرت حاصل ہوئی۔و باللہ التوفیق و السداد

حوالہ جات وحواشی

(۱) ابن خیر، ابوبکر محمد بن خیر بن عمر بن خلیفۃ الاموی الاشبیلی، الفہرست، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء، ص:۹۹

(۲) ابوغدہ، عبدالفتاح بن محمد بن بشیر الحلبی، تحقیق اسمی الصحیحین واسم جامع الترمذی، دار القلم، دمشق، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء، ص:۵۵ تا ۵۷

(۳) الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسی بن الضحاک السلمی البوغی الضریر، الجامع، دار السلام، الریاض، سعودی عرب، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء، کتاب العلل، ص:۸۸۹، ۸۹۰

(۴) الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورۃ بن موسی بن الضحاک السلمی البوغی الضریر، الجامع، کتاب العلل، ص:۸۸۹

(۵) مبارکپوری، ابوالعلی محمد عبدالرحمن بن عبدالرحیم بن بہادر، مقدمہ تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، نشر السنۃ، ملتان، پاکستان، ۱۴۰۲ھ، ص:۱۷۸

(۶) الالبانی، محمد ناصر الدین بن نوح نجاتی، مقدمہ ضعیف سنن الترمذی، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء، ص:۱۷

(۷) ابن کثیر، ابوالفداء عماد الدین اسماعیل بن عمر الدمشقی، الباعث الحثیث فی اختصار علوم الحدیث، مکتبۃ المعارف، الریاض، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء، ج:۱، ص:۱۱۶

(۸) الترمذی، ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورۃ السلمی، الجامع، کتاب الفتن، باب الصابر علی دینہ فی الفتن کالقابض علی الجمر، ص:۵۱۹، حدیث:۲۲۶۰

(۹) القنوجی، ابوالطیب السید نواب صدیق حسن خان، الحطۃ فی ذکر الصحاح الستۃ، دار الکتب التعلیمیہ

۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء، بیروت، لبنان، ص:۲۱۰

(۱۰) الذہبی، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء، ج:۲۰، ص:۳۶۲

(۱۱) الذہبی، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز، سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء، ج:۱۳، ص:۲۷۰

(۱۲) مبارکپوری، ابو العلی محمد عبدالرحمن بن عبدالرحیم بن بہادر، مقدمہ تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، ص:۱۸۱

(۱۳) الاسعردی، ابو القاسم عبید بن محمد، فضائل الکتاب الجامع لابی عیسی الترمذی، مکتبۃ النہضۃ العربیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ھ، ص:۴۳

(۱۴) ابن الاثیر، ابو السعادات المبارک بن محمد الجزری، جامع الاصول فی احادیث الرسول، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۳۸۹/۱۹۶۹ء، ج:۱، ص:۱۹۳ - ۱۹۳

(۱۵) ابن رشید، بحوالہ، النفح الشذی، حافظ ابو الفتح محمد بن محمد بن محمد الیعمری المعروف بابن سید الناس، دار العاصمہ، الریاض، ۱۴۰۹ھ، ج:۱، ص:۱۹۳

(۱۶) ابن العربی، ابو بکر محمد بن عبداللہ بن احمد المعافری الاندلسی الاشبیلی المالکی، عارضۃ الاحوذی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ج:۱، ص:۵

(۱۷) الباجوری، شیخ ابراہیم بن محمد الشافعی، المواہب اللدنیۃ علی الشمائل المحمدیۃ، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء، ص:۱۴

(۱۸) شاہ ولی اللہ، احمد بن عبدالرحیم المحدث الدہلوی، حجۃ اللہ البالغۃ، دار الکتب الحدیثۃ، القاہرۃ، مصر، ج:۱، ص:۳۱۹

(۱۹) شاہ عبدالعزیز، ابن شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم العمری الدہلوی، بستان المحدثین، مترجم محمد اکرم ندوی، دار التراث الاسلامی، ص:۸۳

(۲۰) الذہبی، شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام، ج:۲۰، ص:۳۶۰

(۲۱) ابن خیر، ابو بکر محمد بن خیر بن عمر بن خلیفۃ الاموی الاشبیلی، الفہرست، ص:۹۹

(۲۲) ابن الاثیر، ابو السعادات المبارک بن محمد الجزری، جامع الاصول فی احادیث الرسول، ج:۱، ص:۱۹۳

(۲۳) ابن الاثیر، ابو السعادات المبارک بن محمد الجزری، جامع الاصول فی احادیث الرسول، ج:۱، ص:۱۹۳

(۲۴) الترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی بن سورۃ السلمی، الجامع، کتاب العلل، ص:۸۸۹

(۲۵) ابن العربی، ابو بکر محمد بن عبداللہ بن احمد المعافری الاندلسی الاشبیلی المالکی، عارضۃ الاحوذی، ج:۱، ص:۵ -

۲

(۲۶) ابن رشید، ابن سیدالناس، ابن العربی، بحوالہ ظفر المحصلین با احوال المصنفین، مولانا محمد حنیف گنگوہی، دارالاشاعت، کراچی، پاکستان، ص:۱۳۸

(۲۷) ابوجعفر بن الزبیر الثقفی العاصمی الغرناطی، بحوالہ تدریب الراوی فی تقریب النواوی، جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ، الریاض، سعودی عرب، ج:۱، ص:۱۷۰

(۲۸) ابن خلکا ن، ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج:۴، ص:۲۷۸

(۲۹) شاہ عبدالعزیز، ابن شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم العمری الدہلوی، بستان المحدثین، مترجم محمد اکرم ندوی، ص:۸۳

(۳۰) الحازمی، حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان الھمدانی، شروط الائمۃ الخمسۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء، ص:۵۶ - ۶۰

(۳۱) المقدسی، علامہ ابو الفضل محمد بن طاہر بن علی بن احمد القیسرانی، شروط الائمۃ الستۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء، ص:۲۱

(۳۲) الحازمی، حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ بن عثمان، شروط الائمۃ الخمسۃ، ص:۵۷

(۳۳) الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ السلمی، الجامع، کتاب العلل، ص:۸۸۹

(۳۴) ابن حجر، ابوالفضل احمد بن علی العسقلانی نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر، داراحیاءالتراث العربی، بیروت، لبنان، ص:۳

(۳۵) الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ السلمی، الجامع، کتاب العلل، ص:۸۹۸

(۳۶) ابن حجر، ابوالفضل احمد بن علی العسقلانی، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر، مطبعۃ سفیر، الریاض، سعودی عرب، ۱۴۲۲ھ، ص:۸۱

(۳۷) الدہلوی، عبدالحق بن سیف الدین بن سعد اللہ البخاری، مقدمۃ فی اصول الحدیث، دار البشائر الاسلامیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، ص:۸۰

(۳۸) ابن الصلاح، ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشہر زوری، علوم الحدیث المعروف مقدمہ ابن الصلاح، ص:۲۰

(۳۹) ابن دقیق العید، حافظ ابو الفتح محمد بن علی بن وھب القشیری المصری، الاقتراح فی فن الاصطلاح، دار المشاریع، بیروت، لبنان، ۱۴۲۷ھ، ص:۵

(۴۰) ابن کثیر، حافظ ابو الفداء عمادالدین اسماعیل بن عمر الدمشقی، الباعث الحثیث فی اختصار علوم الحدیث، ج:۱، ص:۱۳۰ - ۱۳۱

(۴۱) ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، النکت علی کتاب ابن الصلاح، الجامعۃ الاسلامیہ، مدینہ منورہ، سعودی عرب، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء، ج:۱،ص:۴۷۷

الزرکشی، بدر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن بہادر، النکت علی مقدمہ ابن الصلاح، اضواء السلف، الریاض، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء، ج:۱،ص:۳۷۴

العراقی، حافظ ابو الفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسین، التقیید والایضاح، المکتبۃ السلفیۃ، مدینہ منورہ، سعودی عرب، ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء، ص:۶۳

(۴۲) الزرکشی، بدر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن بہادر، النکت علی مقدمہ ابن الصلاح، ج:۱،ص:۳۷۵

(۴۳) ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد العسقلانی، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر، ص:۷۹

(۴۴) مبارکپوری، ابو العلی محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم بن بہادر، مقدمہ تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی، ص:۲۰۳

(۴۵) ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد العسقلانی، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر، ص:۷۹

(۴۶) ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد العسقلانی، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر، ص:۸۱

(۴۷) الزرکشی، بدر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن بہادر، النکت علی مقدمہ ابن الصلاح، ج:۱،ص:۳۷۷

(۴۸) الدہلوی، عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ البخاری، مقدمۃ فی اصول الحدیث، ص:۸۱

(۴۹) ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن الشہرزوری، علوم الحدیث المعروف مقدمہ ابن الصلاح، دار الفکر المعاصر، بیروت، ۱۹۸۶ء، ص:۳۵-۳۶

(۵۰) ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ج:۱،ص:۱۴۳

☆☆☆☆☆